شذرہ حسین☆

انیسویں صدی میں علماے دین کی اردو سیرت نگاری
(چند اہم کتابوں کے تناظر میں)

Urdu Seerat-writing by 19th-century religious scholars (with reference to a few select works)
By *Shazra Hussain, Assistant Prof. Department of Urdu, University of Sindh, Jamshoro*

'Seerat' is an Arabic word. It means -- inter alia -- nature, disposition, purity of character and inner qualities. The word 'seerat' is also used for the works describing the life and qualities of the last Prophet Muhammad (PBUH). Seerat- writing in Urdu had begun quite early and some of such works written in the 19th century have rhetorical qualities too. This article introduces four books on seerat written in 19th century, with their merits and shortcomings. These four books are: Marghoob-ul-Quloob by Shah Rauf Ahmed, Fawaid-e-Badriya by Mufti Muhammad Sibghatullah Madrasi, Tawareekh-e-Habeeb-e- Ilaha by Mufti Inayat Ahmed Kakorvi and Ash-shamamat-ul- Amber Min Muallid-ul-Khair-ul-Bariyya by Nawab Siddiq Hasan Khan.

—۱—

سیرت عربی زبان کا لفظ ہے۔عربی زبان میں اس لفظ کے مختلف معانی و مفاہیم ہیں جیسے چلنا پھرنا، اچھا چال چلن، مسافت، طریقہ، ہیئت و حالت، پہلے یا اگلے لوگوں کی باتیں کرنا، شکل و صورت، نیک افعال سے کردار کی تعمیر کرنا وغیرہ۔(۱) اردو لغت میں لفظ سیرت کے یہ معانی درج ہیں: (۱) عادت، خصلت، خو (۲) کردار کی پاکیزگی، حالتِ باطنی، ذاتی وصف، خوبی (۳) (i) سوانحِ عمری، زندگی کے حالات و واقعات کا تذکرہ؛ سوانح نگاری (ii) حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

☆ استاد شعبۂ اردو، سندھ یونی ورسٹی، جام شورو۔

کے حالات و واقعاتِ زندگی کا تذکرہ، سیرتِ نبوی۔[۲] اصطلاحی معنوں میں سیرت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالاتِ زندگی اور اخلاق و عادات کا بیان ہے۔[۳]

سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۲۱ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَّقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کو قابلِ تقلید مثالی نمونہ قرار دیا ہے۔ اس آیتِ مبارکہ کی رو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ پاک کا ہر واقعہ امت کے لیے قابلِ تقلید قرار پایا۔ لہٰذا امت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے ہر گوشۂ عمل کو محفوظ کرنے کا پورا اہتمام کیا۔ بقول ڈاکٹر محمد میاں صدیقی:

> مسلمانوں کے اس فخر کا قیامت تک کون حریف ہوسکتا ہے کہ انھوں نے اپنے پیغمبر کے حالات و واقعات کا ایک ایک حرف اس طرح محفوظ رکھا کہ دنیا کا کوئی فرد، جماعت یا قوم کسی شخصیت کے حالات و کوائف ایسی جامعیت کے ساتھ محفوظ نہیں رکھ سکی اور نہ آئندہ ایسے محیر العقل کارنامے کی توقع ہے۔[۴]

عربی زبان کے بعد سیرت النبی کا سب سے بڑا ذخیرہ اردو زبان میں موجود ہے۔[۵] اردو میں منظوم کتبِ سیرت کا آغاز گیارھویں صدی ہجری سے ہوا جب کہ اردو نثر میں سیرت نگاری کا آغاز تیرھویں صدی ہجری میں جنوبی ہند میں ہوا۔[۶] اردو نثر میں سیرت کی مکمل اور قدیم ترین کتاب محمد باقر آگاہ کی ریاض السیر ہے جو ۱۲۱۰ھ/ ۱۷۹۵ء سے قبل تصنیف ہوئی۔[۷] اس کے بعد اردو نثر میں سیرت نگاری کا طویل سلسلہ شروع ہوا جس میں جگہ پانا مصنف کے لیے یقیناً باعثِ شرف ہے۔ اردو نثر میں سیرت نگاری کا سلسلہ تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔ بقول ڈاکٹر محمد میاں صدیقی:

> یہ کہنا یقیناً مبالغے سے خالی ہوگا کہ عربی زبان کے بعد، جو خود صاحبِ سیرت کی زبان ہے، سیرت کے حوالے سے سب سے زیادہ لٹریچر اردو زبان میں ہے۔ جب کہ اردو زبان کی اپنی تاریخ دو سو سال سے زیادہ پر محیط نہیں ہے۔ لیکن حیرت ہوتی ہے کہ برصغیر پاک و ہند کے مسلم اہلِ علم نے دو صدیوں میں چودہ صدیوں کا فاصلہ طے کیا۔ یہ بات بلاشبہ اردو زبان کے لیے بھی باعث فخر و سعادت ہے اور اردو زبان میں سیرتِ رسول کے مختلف پہلوؤں پر لکھنے والوں کے لیے بھی۔[۸]

چند ایسے افراد جو رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ کے اہم عربی مآخذ سے براہِ راست استفادہ نہیں کر سکتے تھے انھوں نے اپنی علمی کوتاہی کی وجہ سے بعض میلاد ناموں اور معراج ناموں میں ایسی روایات کو بیان کیا جو ضعیف اور

غیر مستند تھیں۔ عام افراد کے لیے مستند اور غیر مستند روایات و واقعات میں حد فاصل قائم کرنا امرِ محال تھا لیکن اردو میں مستند و معتبر سیرت النبی کی تسوید اور اُس کے فروغ و ارتقا میں علمائے کرام نے نہایت اہم کردار ادا کیا۔ انھوں نے سیرت النبی کے بنیادی مآخذ اور عربی کتب سے براہِ راست استفادہ کرتے ہوئے اردو میں مستند سیرت نگاری کی روایت کو استوار کیا۔ ذیل میں انیسویں صدی کے چند علمائے دین کی اردو سیرت نگاری کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔

—۲—

مرغوب القلوب فی معراج المحبوب

شاہ رؤف احمد نے یہ کتاب ۱۲۴۹ھ/ ۱۸۳۳ء میں تحریر کی۔[۹] اس میں واقعۂ معراج کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔ کتاب کا آغاز سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت اور اس کے ترجمے سے ہوا ہے۔ اس کے بعد ۱۴ اشعار پر مشتمل نعتیہ قصیدہ ہے بعدازاں نہایت مرصع و مسجع نثر میں رسول اللہ ﷺ کی تعریف و توصیف ہے۔ کتاب کا یہ حصہ نثرِ مرصع اور نثرِ مسجع کا بہترین نمونہ ہے۔ اس کے بعد سفرِ معراج کی اٹھارہ حکمتیں اور بالخصوص رات میں اس سفر کے ہونے کی چار حکمتیں بیان کی ہیں۔ وقوعِ معراج کی ۱۰ تمثیلیں بھی ''بجہت دفعِ کوریِ بے بصرانِ شبہ گر کے اور شبہ گیرانِ بے بصر کے''[۱۰] بیان کی ہیں۔ اس کے بعد سفرِ معراج کو مفصل بیان کیا ہے۔ شاہ رؤف احمد نے واقعۂ معراج کو دل آویز انداز میں بیان کیا ہے جس میں سلاست و سادگی اور تکلف و تصنع پہلو بہ پہلو موجود ہیں۔ مرصع، مسجع، رنگین اور معرّیٰ نثر کا موقع محل کی مناسبت سے عمدہ استعمال کیا گیا ہے۔ شاہ رؤف احمد کے اسلوب کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

نثرِ مرصع

> گوہرِ دُرجِ صفا، اخترِ بُرجِ وَفا، مہرِ سپہرِ نبوت، ماہِ سَماءِ فُتُوّت، نسیمِ روضۂ محبت، شمیمِ رایحۂ خُلّت، اعلمِ مکنونات، اعظمِ مخلوقات، عنوانِ دیوانِ رفعت، سلطانِ ایوانِ شوکت۔ صدرِ احسان، بدرِ عرفان، شرافتِ کونین، مفاخرتِ دارین، قبولِ دوجہاں، رسولِ انس و جاں، مقصودِ وجودِ کائنات، بہبودِ نمودِ موجودات۔[۱۱]

نثرِ مسجع

> شب پردۂ اسرار ہے محرمِ یارانِ غم گسار ہے۔ پردۂ عصمت ہے، جذبۂ رحمت ہے،

باغِ یقین ہے، چمنِ متّقین ہے، تخت وتاجِ اولیا ہے، بختِ معراجِ انبیا ہے، مسجد گاہِ عُبّاد ہے خلوت گاہِ زُہّاد ہے۔ (۱۲)

نثرِ معرّیٰ

امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے جناب رسالت مآب میں عرض کیا کہ معراج میں جو اللہ تعالیٰ سے باتیں ہوئی ہیں ان میں سے کچھ بیان کیجیے، حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد کیا کہ تجھ سے تیری امت کی شکایت کرتا ہوں کہ یہ خلوت میں گناہ کرتے ہیں اور جلوت میں اطاعت میری۔ لیکن میں بخشتا ہوں اور پردہ پوشی کرتا ہوں۔ (۱۳)

شاہ رؤف احمد نے قافیہ پیمائی بہت کی ہے، اضافت در اضافت کا استعمال بھی بہ کثرت ہے، تقدیم وتاخیر کا قدیم رنگ بھی ہے۔ کہیں کہیں قدیم انداز کے مطابق مضاف، مضاف الیہ سے پہلے ہے۔ فعلِ عطف ''کرکر'' کا استعمال بہت زیادہ ہے لیکن یہ اس دور کا عام انداز تھا۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

عروج کرکر ملحق باصل ہو۔ (۱۴)

دریافت کرکر قبض روح کرتا ہوں۔ (۱۵)

تبسم کرکر میری تعظیم بجالائے۔ (۱۶)

وضو کرکر نمازِ صبح ادا کریگا۔ (۱۷)

قدیم انداز کے برعکس علامتِ فاعل ''نے'' کا اہتمام بھی کیا ہے مثلاً:

براق نے تیزی وتندی آغاز کی۔ (۱۸)

میں نے نگاہ کی۔ (۱۹)

جبرئیل نے رکاب پکڑی اور میکائیل نے باگ۔ (۲۰)

آج حق تعالیٰ نے مجھے مقامِ قرب میں بلایا۔ (۲۱)

بہت کم ایسی مثالیں ہیں جہاں علامتِ فاعل ''نے'' کو حذف کیا گیا ہے۔ اسمائے ضمیر اور حروف جار کا بھی اہتمام کیا ہے۔ بقول نواب مصطفیٰ خان شیفتہؔ: شاہ رؤف احمد صنائع لفظی کے شائق تھے۔ (۲۲) اس کتاب میں شاہ رؤف احمد نے صنعتِ تجنیس کا بکثرت استعمال کیا ہے چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

تجنیسِ خطی

دافعِ آلامِ زحمت، رافعِ اعلامِ رحمت۔ (۲۳)

تجنیسِ مضارع

دافعِ آلامِ زحمت، رافعِ اعلامِ رحمت۔ (۲۴)

تجنیسِ مماثل

فخرِ انس و جان، شرفِ دل و جان۔ (۲۵)

تجنیس زائد و ناقص

ہزاروں براق برق آسا۔ (۲۶)

تجنیس مطرف

غم اس کا خاطرِ عاطر پہ نہ لا۔ (۲۷)

رعایتِ لفظی بھی بہت ہے ایک مثال ملاحظہ ہو:

ان مسجدوں کو کشتی کی طرح روے دریائے دوزخ پر اس طوفانِ بلا اور تلاطمِ امواجِ ابتلا سے مانند برقِ خاطف گزاروں گا۔ (۲۸)

واقعاتی لحاظ سے یہ معراج نامہ اہمیت کا حامل ہے۔ اس میں سفرِ معراج کو مکمل جزئیات سے بیان کیا ہے۔ اسلوب کے حوالے سے بھی یہ معراج نامہ اہمیت کا حامل ہے اس کی زبان کہیں مرصع، کہیں مقفّیٰ، کہیں رنگین اور کہیں سادہ ہے یعنی اس کتاب میں سادگی و سلاست اور تکلف و تصنع باہم موجود ہیں۔ ہندی الفاظ بھی استعمال کیے ہیں۔ عربی و فارسی الفاظ بہ کثرت استعمال کیے ہیں۔ موقع و محل کی مناسبت سے قصیدہ، مثنوی، قطعہ، رباعی، نظم، مسدس وغیرہ اصناف میں اشعار درج کیے ہیں۔ کتاب کا اختتام ۳۱/اشعار پر مشتمل مناجات پر ہوا ہے۔

فوائدِ بدریہ

مفتی محمد صبغت اللہ مدراسی نے ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء میں یہ کتاب لکھی۔ یہ دکھنی زبان کی سب سے آخری سیرت النبی ہے جو نثر میں لکھی گئی۔[۲۹] نصیر الدین ہاشمی نے اس کتاب کا سن تالیف ۱۲۶۱ھ لکھا ہے جب کہ فوائدِ بدریہ کے اختتام پر مفتی صبغت اللہ نے لکھا ہے:

> اس کتاب کے مسوّدے سے ہم کو شنبے کے روز پانچویں رجب کی ۱۲۵۵ ہجری میں فراغت ہوئی اور مبیضے سے پانچویں کو شعبان کے ۱۲۵۵ھ مذکورہ سے فراغت ملی۔[۳۰]

فوائدِ بدریہ ۱۲۶۳ھ میں مطبع کشن راج، مدراس سے شائع ہوئی۔[۳۱] مفتی صاحب نے نواب محمد منور خان کی خواہش پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیر واحوال میں فارسی زبان میں کتاب تحریر کی۔ جب کتاب اختتام کو پہنچی تو مختصر ہونے کے سبب نواب صاحب نے اس میں اور بھی مطالب اور معجزے شامل کر کے مفصل کتاب لکھنے کی خواہش ظاہر کی۔[۳۲] مفتی صاحب نے تفصیل سے اس کتاب کو لکھنے کا آغاز کیا اسی اثنا میں نواب صاحب کا انتقال ہوگیا اس لیے مصنف نے اس کتاب کو لکھنے کا ارادہ ترک کردیا۔ بعدازاں انھوں نے نواب صاحب کی خواہش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا ارادہ کیا۔[۳۳] مفتی صاحب نے عربی اور فارسی کی بجائے اس کتاب کو اردو (جسے انھوں نے زبانِ ہندی کہا ہے) میں لکھنے کی وجہ یہ بیان کی:

> بازارعلم کا بہت کا سد ہوگیا ہے اور علم کے جاننے والے دنیا سے گزر گئے۔ اب کوئی کتاب زبان عربی یا فارسی میں تصنیف کیے تو کچھ فائدہ اس پر مرتب نہیں۔ جن کو ان زبانوں کی معرفت حاصل ہے ان کے لیے بہت سے کتب موجود ہیں اور کسی کو خواہش مند بھی نہیں پایا تب زبان ہندی میں یہ کتاب لکھنا شروع کیا تا کہ عوام مؤمنوں کو اس سے فائدہ حاصل ہووے اور اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال سے واقف ہوکر ان کی پیروی خوبی کے ساتھ کریں۔[۳۴]

یہ کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا باب دو فصلوں پر مشتمل ہے۔ فصلِ اوّل میں نورِ محمدی کی تخلیق سے ہجرت مدینہ تک کے حالات و واقعات بیان کیے ہیں۔[۳۵] دوسری فصل میں ہجرتِ مدینہ سے وفاتِ نبوی تک کے حالات و واقعات بیان کیے ہیں۔[۳۶] دوسرا باب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورتِ باجمال اور سیرتِ باکمال کے بیان پر مشتمل ہے۔ اس باب میں پانچ فصلیں ہیں۔[۳۷] تیسرا باب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے دلائل اور معجزات کے بیان پر مشتمل ہے

اس باب میں دو فصلیں ہیں۔[۳۸] چوتھا باب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ان آداب اور حقوق پر مشتمل ہے جو امت پر لازم ہیں اس باب میں چار فصلیں ہیں۔[۳۹]

مفتی صاحب نے فوائدِ بدریہ کو تصنیف کرنے کے لیے عیون الاثر، زاد المعاد، فتح الباری، خصائص الکبریٰ، المواہبُ اللدنیہ، مدارج النبوۃ اور دیگر معتبر کتب سے استفادہ کیا۔[۴۰] انھوں نے صحیح اور مستند احادیث کا ترجمہ موزوں الفاظ میں کیا ہے یوں انھوں نے اردو زبان کو اس قابل بنایا کہ وہ عربی زبان کے مطلب کو اپنے سانچے میں ڈھال سکے۔[۴۱]

فوائدِ بدریہ میں دکنی اردو کی بعض لسانی خصوصیات موجود ہیں۔ مثلاً جمع بنانے کے لیے واحد میں ''اں'' کا اضافہ کیا گیا ہے مثلاً:

جھوٹے قسماں کھانے لگا۔[۴۲]

عرب کے چند حاکماں اس کے مقابلے کو آئے۔[۴۳]

اوٹاں مجھے دیکھ کے چمکے[۴۴] بتاں اوندھے پڑ گئے۔[۴۵]

قدیم انداز کے مطابق ضمائر میں تغیر پایا جاتا ہے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

وے [وہ] وے لوگ حضرت کو گھور گھور کر دیکھنے لگے۔[۴۶]

یو [یہ] دیکھ یو کون کھڑا ہے۔[۴۷]

انھوں [وہ] انھوں [ان] کے ہاں ایک مہینا رہے۔[۴۸]

انوکوں [ان کو] انوکوں شبہ ہوا۔[۴۹]

علامتِ فاعل ''نے'' کا استعمال بھی نہیں کیا گیا چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

اللہ تعالیٰ جب آدم کو پیدا کیا۔[۵۰]

پھر اللہ تعالیٰ ملائکہ کو حکم کیا۔[۵۱]

بعض مقامات پر فعل، فاعل اور مفعول میں وہ مطابقت نہیں پائی جاتی جو اب اردو میں ہے، جیسے:

میرے آنکھ ٹھنڈے نہیں ہوئے۔[۵۲]

سب نعمتیں تم سے چھوٹ جائیں گے۔[۵۳]

ایک بڑا آواز کوئی چیز زمین پر گرنے آیا۔[۵۴]

قدیم اور مقامی الفاظ بھی استعمال کیے ہیں۔ بعض الفاظ کا املا بھی موجودہ املا سے مختلف ہے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

جس کا انتھ نہیں لگتا۔[(۵۵)]

بھوند بھاند کے اول حوّا کو کھلایا۔[(۵۶)]

اس کے پاس کوّا آ کے بیٹھا اور کھکور کے چیونٹیوں کی بل نکالا۔[(۵۷)]

ہتیار (ہتھیار)[(۵۸)]

روانگی کا تہیہ بھی تد ہی سے تھا۔[(۵۹)]

اس کی مذمت کدھی نہ کروگے۔[(۶۰)]

ایک عورت نہایت بوڈھی۔[(۶۱)]

زبیر پراٹے سے آیا۔[(۶۲)]

ان کے اشک نہیں سکے۔[(۶۳)]

مکے کے تلاٹے سے جا کر اپنا علم گھروں کے قریب نصب کرو۔[(۶۴)]

فوائدِ بدریہ میں سوائے چند مخصوص الفاظ جمع بنانے کے طریقے، علامتِ فاعل ''نے'' کو حذف کر کے فعل کو براہِ راست فاعل کا تابع بنانے کے وہی عام فہم بول چال کی زبان استعمال کی گئی ہے جو یکساں طور پر شمال اور دکن میں بولی جا رہی تھی۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> عایشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کہے ایک یہودی مکّے میں رہتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے سو صبح کو کہا اے قریش تمھارے یہاں شب کو کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے۔ لوگ کہے معلوم نہیں۔ کہا دریافت کرو کیوں کہ آج شب کو اس امت کا نبی پیدا ہوا اور اس کے دونوں شانوں میں نشانی ہے۔ لوگ دریافت کر کر کہے کہ عبدالمطلب کے فرزند عبداللہ کو لڑکا پیدا ہوا ہے۔ پھر وہ یہودی لوگوں کے ساتھ آ کے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور غش کھا کے گر پڑا اور بولا نبوت بنی اسرائیل سے گئی۔ اے قریش اس لڑکے [کی] ایسی سطوت ہوگی کہ تم سب پر غالب ہوگا اور مشرق سے مغرب تک اس کا اشتہار ہوگا۔[(۶۵)]

زبان اور مواد کے اعتبار سے فوائدِ بدریہ محمد باقر آگاہ کی تصانیف سے بہتر ہے اس لیے جنوبی ہند میں اردو زبان میں لکھی گئی تمام کتب سیرت کے مقابلے میں یہ زیادہ مقبول ہوئی۔[(۶۶)]

تواریخ حبیبِ الہٰ

مفتی عنایت احمد کاکوروی نے ۱۲۷۵ھ میں ایام اسیری میں حکیم محمد امیر خان المعروف بہ نیٹو ڈاکٹر کی فرمائش پر سیرت النبی پر کتاب تواریخ حبیبِ الہٰ لکھی[۶۷] اس کا نام تاریخی ہے جس سے ۱۲۷۵ھ برآمد ہوتا ہے۔ یہ کتاب مفتی صاحب کے تبحر علمی کا منھ بولتا ثبوت ہے کیوں کہ انھوں نے یہ کتاب محض یاداشت سے لکھی تھی لیکن رہائی کے بعد وطن آکر ازارہِ احتیاط اصل مآخذ سے ملا کر اسے مستند بنایا اس سلسلے میں وہ لکھتے ہیں:

> یہ رسالہ فقیر نے بغیر موجود ہونے کسی کتاب کے صرف ازروے حافظہ لکھا تھا۔ پھر بفضلہٖ تعالیٰ اور معادت کے وطن میں کتبِ حدیث اور سیرتِ معتبرہ سے حرف بحرف مطابق کیا۔[۶۸]

بقول ڈاکٹر محمد میاں:

> یہ بات قابلِ ستائش ہے کہ کسی حوالے کے بغیر لکھی جانے والی اتنی طویل تحریر میں کوئی بات خلافِ واقعہ نہیں۔ اگر ماخذ و مصادر کی مدد سے لکھی جاتی تو بھی انھی واقعات پر مشتمل ہوتی۔[۶۹]

یہ کتاب مواد اور اسلوب دونوں اعتبار سے اردو سیرت نگاری کی تاریخ میں اہمیت کی حامل ہے۔ اس سے پہلے محمد باقر آگاہ کی ریاض السیر اور مفتی صبغت اللہ مدراسی کی فوائدِ بدریہ جیسی مستند اردو کتب سیر منظرِ عام پر آچکی تھیں۔ البتہ بعض عام رسائل مولود میں غیر معتبر روایات بھی بیان کر دی جاتی تھیں۔ واقعۂ معراج اور وفات شریف کے بیان میں بعض کتبِ تواریخ میں نا معتبر روایات لکھی گئیں اور ان روایات کو رسائلِ میلاد میں نقل کیا گیا۔[۷۰] مفتی عنایت احمد نے صحیح بخاری اور دیگر معتبر کتبِ حدیث میں بیان کردہ روایات کے مطابق حالات تحریر کیے ہیں۔[۷۱] تواریخ حبیبِ الہٰ تین ابواب اور خاتمے پر مشتمل ہے۔ پہلا باب چھے فصلوں پر مشتمل ہے اس میں نورِ محمدی کی تخلیق سے ہجرتِ مکہ تک کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔[۷۲] دوسرا باب ہجرت سے وفات تک کے احوال پر مشتمل ہے اس میں تیس فصلیں ہیں۔[۷۳] تیسرا باب حلیہ شریف، اخلاقِ کریمہ اور معجزات کے بیان میں ہے۔ اس میں تین فصلیں ہیں۔[۷۴] خاتمہ شفاعتِ کبریٰ کے بیان میں ہے۔[۷۵]

اگرچہ یہ کتاب بہت ضخیم نہیں ہے لیکن مواد کے مستند ہونے کی بنا پر نہایت اہم کتاب ہے۔ مفتی صاحب نے سیرت النبی کے حوالے سے تمام بنیادی باتیں بیان کی ہیں۔ ڈاکٹر محمد ایوب قادری نے اسے اردو زبان میں سیرتِ مبارکہ پر شمالی ہند کی پہلی قابلِ ذکر کتاب قرار دیا ہے۔[۷۶] زبان و بیان کے اعتبار سے بھی یہ کتاب اہمیت کی حامل ہے اس کا

اسلوب سادہ، رواں اور عام فہم ہے۔عبارت میں ایسی روانی اور بیان ایسا دل چسپ ہے کہ کہیں بھی اکتاہٹ نہیں ہوتی۔ اس زمانے کے عام رواج کے برعکس عربی، فارسی الفاظ کی کثرت بھی ہے البتہ مفتی صاحب نے جہاں عربی عبارتوں کا لفظی ترجمہ کیا ہے وہاں اندازِ بیان کچھ مشکل ہے لیکن مجموعی طور پر اس کی زبان قدیم ہونے کے باوجود سادہ اور عام فہم ہے۔[۷۷] ایک اقتباس بطورِ نمونہ درج ذیل ہے (قدیم املا برقرار رکھا گیا ہے):

> مادہ خر سواری حلیمہ کی بسبب لاغری کے چل نہیں سکتی تھی، جب آپؐ ساتھ حلیمہ کے اوس پر سوار ہوئے ایسی تیز رفتار ہوگئی کہ سب قافلے کی سواریوں سے آگے جاتی تھی اور جب حلیمہ کے گھر آپ پوہنچے بہت فراخی عیش حلیمہ کو حاصل ہوئی۔بکریاں اون کی خوب تازہ فربہ ہوگئیں اور قوم قحط میں مبتلا تھی اون کے مویشی جنگل سے بھوکے آتے تھے اور لاغر تھے۔وہ لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے تھے کہ تم بھی بکریوں کو وہیں چراؤ جہاں حلیمہ کی بکریاں چرتی ہیں دیکھو وہ کیسی سیر آتی ہیں اور تازہ وفربہ ہیں۔[۷۸]

تواریخ حبیبِ الہٰ اردو سیرت نگاری کی تاریخ میں اہم اضافہ ہے جس کے ذکر کے بغیر اردو سیرت نگاری کی تاریخ مکمل نہیں ہوسکتی لیکن اسے جو اہمیت ملنی چاہیے تھی وہ نہ مل سکی۔اس ضمن میں ڈاکٹر محمد میاں صدیقی کی درج ذیل رائے حقیقت پر مبنی معلوم ہوتی ہے:

> حیرت کی بات یہ ہے کہ اردو میں سیرت طیبہ پر لکھی جانے والی اس مستند اور بنیادی کتاب کو اہلِ علم نے وہ اہمیت نہیں دی جس کی یہ مستحق تھی۔کسی نے اگر اس کا تعارف بھی کرایا تو چند سطروں سے زیادہ لکھنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ناقدوں اور عالموں کی تمام تر بے رخی کے باوجود یہ کتاب اس قابل ہے کہ سیرتِ رسول کے موضوع پر اسے نہ صرف یہ کہ اہم بنیادی کتاب مانا جائے بلکہ ماٰخذ و مصدر کی حیثیت سے بھی تسلیم کیا جائے۔[۷۹]

پروفیسر آفتاب احمد نقوی نے اس کتاب کو مفتی عنایت احمد کا لافانی شاہ کار قرار دیا ہے۔[۸۰]

الشمامۃ العنبریہ من مولد الخیر البریہ

نواب صدیق حسن خان کا یہ رسالہ ۱۳۰۵ھ (۱۸۸۷ء) میں شائع ہوا۔۱۲۶ صفحات پر مشتمل اس تصنیف کے سرِورق پر مطبع کا نام درج نہیں ہے۔نواب محمد علی حسن خان نے مآثر صدیقی میں اس رسالے کا مطبع بھوپال لکھا ہے۔[۸۱] نواب صدیق حسن خان نے اس رسالے میں رسول اللہ کی ولادت سے وفات تک کے حالات کا ذکر اختصار

سے کیا ہے۔ یہ رسالہ گیارہ فصلوں اور خاتمے پر مشتمل ہے۔ نواب صدیق حسن خان مقدمے میں لکھتے ہیں کہ زمانۂ حاضر میں رسائل میلادِ نبوی کی تعداد پچاس سے زیادہ ہے لیکن کوئی تالیف لائقِ اعتمادِ کلی نہیں کیوں کہ ان میں زیادہ تر ایسے مضامین بیان کیے گئے ہیں جو بے اصل، ضعیف ہیں یا جن میں اغراق و مبالغہ ہے۔ (۸۲) علاوہ ازیں مؤلفین رسائلِ میلاد نے قدیم و معتبر کتب سے استفادہ نہیں کیا۔ (۸۳) ان باتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے انھوں نے یہ کتاب لکھی۔ نواب صاحب نے اپنے ہم عصر مصری عالم، (جو ۱۳۲۲ھ میں ازہر میں موجود تھے) (۸۴) شیخ امام شبلنجی المعروف مومن کی کتاب نور الابصار کے مطالب کی تلخیص کر کے اس میں کچھ اضافہ کر کے اس رسالے میں بیان کیا ہے۔ (۸۵)

اس رسالے کی اہم ترین خوبی اختصار و اجمال اور معتبر روایات کا بیان ہے۔ نواب صاحب نے مولود شریف میں صحیح روایات و آثار و اخبار کو بیان کرنے پر زور دیا ہے، وہ لکھتے ہیں (قدیم املا برقرار رکھا گیا ہے):

> اس میں کیا برائی ہے کہ اگر ہر روز ذکرِ حضرت نہیں کر سکتے تو ہر اسبوع یا ہر ماہ میں التزام اس کا کر لیں کہ کسی نہ کسی دن بیٹھ کر ذکر یا وعظ سیرت و سَمّت و دل و ہدیٰ و ولادت و وفات آنحضرت کا کریں۔ پہر [پھر] ایام ماہ ربیع الاوّل کو بھی خالی نہ چھوڑیں اور اون روایات و اخبار و آثار کو پڑہیں یا پڑہائیں جو صحیح طور پر ثابت ہیں اس کی کیا ضرورت ہے کہ رطب و یابس سے اپنا دل خوش کریں۔ (۸۶)

نواب صاحب نے اس کتاب میں شامل عربی، فارسی عبارات، قرآنی آیات اور احادیث کا اردو ترجمہ نہیں دیا جس سے عام قاری کو ان مقامات کی تفہیم میں دشواری پیش آتی ہے۔ ثقیل عربی الفاظ کا استعمال بھی بہت ہے، چند مثالیں درج ذیل ہیں:

> آدم اپنی طینت میں منجدل تھے۔ (۸۷)
> ہفت آسمان آپ کے لیے مخترق ہو گئے۔ (۸۸)
> آپ کے نسب سے انتفاع حاصل ہوگا۔ (۸۹)
> آپ موتِ ابوطالب سے مکروب تھے۔ (۹۰)
> وقت مصیبت کے استرجاع کرنا اور حوقلہ کہنا۔ (۹۱)

قدیم انداز کے مطابق کہیں کہیں تقدیم و تاخیر بھی پائی جاتی ہے مثلاً:

> دن بدر کے عکاشہ بن محجن کو ایک شاخِ درخت دیدی۔ (۹۲)
> اوس کے مالک دو یتیم بچے تھے پرورش میں سعد بن زراہ کی۔ (۹۳)

ہم اپنی قوم کو دعوت کرینگے طرف اوس چیز کے جسکی طرف تُمنے ہماری دعوت کی ہے۔(۹۴)

بعض مقامات پر عربی الفاظ کی وجہ سے عبارت ثقیل ہوگئی ہے لیکن مجموعی طور پر سادہ، رواں اور عام فہم زبان استعمال کی ہے۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

سب سے پہلے آپ ہی سے میثاق لیا گیا اور سب سے پہلے آپ ہی نے الستُ بربکم کے جواب میں بلیٰ کہا اور آدم و جمیع مخلوقات آپ کے لیے پیدا ہوئے اور آپ کا نام عرش پر لکھا گیا اور ہر آسمان و جنت میں بلکہ سائر ملکوت میں ملائکہ ہر ساعت آپ کا ذکر کرتے ہیں اور آذان میں ذکر اسم شریف کا ہوتا ہے۔(۹۵)

الشمامتہ العنبریہ من مولد خیر البریہ، پہلی میلاد یہ تصنیف ہے جو کسی غیر مقلد نے لکھی ہے۔(۹۶) اختصار و جامعیت اس رسالے کی نمایاں خوبی ہے۔

—۳—

مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ اور بھی بہت سی اردو کتبِ سیرت علماے کرام نے تحریر کیں، مثلاً محافلِ انوار فی احوال سید الابرار از مولوی عبدالمجید بدایونی، سعید البیان فی مولد سید الانس و الجان از شاہ احمد سعید مجددی، سرور القلوب فی ذکر المحبوب از مولانا نقی علی خان، مولد مصطفوی از آلِ حسن موہانی، انوارِ احمدیہ از مولوی وکیل احمد سکندر پوری، ربیع الانوار فی مولدِ سید الابرار از مولانا عبیداللہ مدراسی، راحت القلوب فی مولد المحبوب از عبدالسمیع بیدل رام پوری وغیرہ۔

علماے کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے مستند و معتبر حالات عوام تک پہنچانے، ان میں جذبۂ عشقِ رسول کو اجاگر کرنے اور اسوۂ حسنہ سے آگاہ کرنے کے لیے اردو زبان کو ذریعۂ اظہار بنایا۔ یہ علما عربی و فارسی پر کامل دسترس رکھتے تھے اس کے باوجود انھوں نے اردو کی عوامی حیثیت کو تسلیم کرتے ہوئے اردو کو ذریعہ اظہار بنایا، ان تمام کتابوں میں اردو نثر کے متنوع اسالیب ملتے ہیں۔ سادہ، سلیس، دقیق، رنگین مسجع، مرصع نثر کے عمدہ نمونے پائے جاتے ہیں۔ کہیں کہیں عبارت پر عربی کا اثر پایا جاتا ہے لیکن مجموعی طور پر ہر مصنف نے یہ کوشش کی ہے کہ وہ سادہ و رواں زبان میں عوام کو سیرت النبی کے مستند و معتبر واقعات و روایات سے آگاہ کرے۔ مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ اردو زبان میں سیرت نگاری کے فروغ و ارتقا میں علماے دین نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ اگر مکمل طور پر ان کی خدمات کا احاطہ کیا جائے تو یقیناً ایک تحقیقی مقالہ لکھا جا سکتا ہے۔

حواشی

۱۔ انور محمود خالد، اردو نثر میں سیرتِ رسول (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۸۹ء) ص ۱۔۳

۲۔ اردو لغت، جلد دوازدہم (کراچی: اردو لغت بورڈ، ۱۹۹۱ء) ص ۳۲۸

۳۔ انور محمود خالد، محولۂ بالا، ص ۰۳

۴۔ ڈاکٹر محمد میاں صدیقی، اردو زبان میں چند اہم کتبِ سیرت، مشمولہ فکرو نظر، جلد ۳۰، شمارہ ۱۔۲ (اسلام آباد: ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، ۱۹۹۲ء)، ص ۲۶۴

۵۔ ایضاً، ص ۲۶۵

۶۔ انور محمود خالد، محولۂ بالا، ص ۲۱۹

۷۔ ایضاً، ص ۲۴۰، ۲۴۲

۸۔ محمد میاں صدیقی، محولۂ بالا، ص ۲۶۵

۹۔ انور محمود خالد، محولۂ بالا، ص ۲۵۴

۱۰۔ شاہ رؤف احمد، مرغوب القلوب فی معراج المحبوب (ویلور: مطبع اعظم الاخبار، ۱۲۷۲ھ) ص ۳۲

۱۱۔ ایضاً، ص ۰۶

۱۲۔ ایضاً، ص ۳۱

۱۳۔ ایضاً، ص ۱۵۱

۱۴۔ ایضاً، ص ۲۹

۱۵۔ ایضاً، ص ۸۸

۱۶۔ ایضاً، ص ۸۷

۱۷۔ ایضاً، ص ۲۰۳

۱۸۔ ایضاً، ص ۵۴

۱۹۔ ایضاً، ص ۲۰۷

۲۰۔ ایضاً، ص ۵۳

۲۱۔ ایضاً

۲۲۔ محمد مصطفٰی خان شیفتہ، گلشنِ بے خار، اردو مترجم محمد احسان الحق، (کراچی: آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس ۱۹۶۲ء)، ص ۲۲۲

۲۳۔ شاہ رؤف احمد، محولۂ بالا، ص ۰۹

۲۴۔ ایضاً

۲۵۔ ایضاً، ص ۰۷

۲۶۔ ایضاً، ص ۵۶

۲۷۔ ایضاً، ص ۵۴

۲۸۔ ایضاً، ص ۱۷۵

۲۹۔ نصیر الدین ہاشمی، دکھنی (قدیم اردو) کے چند تحقیقی مضامین (دہلی: آزاد کتاب گھر، ۱۹۶۳ء) ص ۴۷

۳۰۔ *محمد* صبغت اللہ مدراسی، فوائدِ بدریہ (*مدراس*: ۱۲۷۱ھ)، ص ۴۰۴
۳۱۔ *محمد* غوث، عرضِ حال مشمولہ فوائد بدریہ (*حیدرآباد دکن*: شمس المطابع مشین پریس عثمان گنج، ۱۳۵۰ھ) ص ۰۱
۳۲۔ *محمد* صبغت اللہ مدراسی، محولۂ بالا، ص ۰۲
۳۳۔ ایضاً، ص ۲-۳
۳۴۔ ایضاً، ص ۳
۳۵۔ ایضاً، ص ۴۰-۵۴
۳۶۔ ایضاً، ص ۵۴-۱۷۸
۳۷۔ ایضاً، ص ۱۷۸-۲۱۲
۳۸۔ ایضاً، ص ۲۱۲-۳۴۷
۳۹۔ ایضاً، ص ۳۴۸-۴۰۴
۴۰۔ ایضاً، ص ۰۳
۴۱۔ انور محمود خالد، محولۂ بالا، ص ۲۶۱
۴۲۔ صبغت اللہ مدراسی، محولۂ بالا، ص ۰۶
۴۳۔ ایضاً، ص ۰۸
۴۴۔ ایضاً، ص ۳۹
۴۵۔ ایضاً، ص ۱۳
۴۶۔ ایضاً، ص ۲۳
۴۷۔ ایضاً، ص ۲۰
۴۸۔ ایضاً، ص ۲۴
۴۹۔ ایضاً، ص ۱۲
۵۰۔ ایضاً، ص ۰۵
۵۱۔ ایضاً
۵۲۔ ایضاً، ص ۹۸
۵۳۔ ایضاً، ص ۰۶
۵۴۔ ایضاً، ص ۱۴
۵۵۔ ایضاً، ص ۰۹
۵۶۔ ایضاً، ص ۰۵
۵۷۔ ایضاً، ص ۱۰
۵۸۔ ایضاً، ص ۵۰
۵۹۔ ایضاً
۶۰۔ ایضاً، ص ۶۹

۶۱۔ ایضاً،ص ۱۰۶
۶۲۔ ایضاً،ص ۱۳۷
۶۳۔ ایضاً،ص ۵۰
۶۴۔ ایضاً،ص ۱۳۶
۶۵۔ ایضاً،ص ۱۶
۶۶۔ انور محمود خالد،محولۂ بالا،ص ۲۶۲
۶۷۔ عنایت احمد کاکوروی، تواریخ حبیبِ الہٰ، (کان پور: مطبع نظامی، ۱۲۸۱ھ) ص ۶۰۔۷۰
۶۸۔ ایضاً،ص ۱۹۹
۶۹۔ ڈاکٹر محمد میاں صدیقی،محولۂ بالا،ص ۲۶۶
۷۰۔ عنایت احمد کاکوروی،محولۂ بالا،ص ۱۹۹
۷۱۔ ایضاً
۷۲۔ ایضاً،ص ۷۔۳۷
۷۳۔ ایضاً،ص ۳۷۔۱۷۱
۷۴۔ ایضاً،ص ۱۷۲۔۱۹۴
۷۵۔ ایضاً،ص ۱۹۴۔۲۰۰
۷۶۔ محمد ایوب قادری، جزائر انڈمان و نکوبار میں مسلمانوں کی علمی خدمات مشمولہ سہ ماہی اردو، (کراچی، جنوری، ۱۹۶۸ء) ص ۶۹
۷۷۔ ڈاکٹر محمد میاں صدیقی،محولۂ بالاص ۲۶۹
۷۸۔ عنایت احمد کاکوروی،محولۂ بالا،ص ۱۳
۷۹۔ ڈاکٹر محمد میاں صدیقی،محولۂ بالا،ص ۲۷۰۔۲۷۱
۸۰۔ آفتاب احمد نقوی، 'مقدمہ'، حیاتِ مبارکہ حضرت علامہ مفتی عنایت احمد کاکوروی، مشمولہ تواریخ حبیبِ الہٰ، (سیالکوٹ: مکتبہ مہریہ رضویہ مسجد، سن ندارد)، ص ل
۸۱۔ علی حسن خان، مآثر صدیقی، جلد چہارم (لکھنؤ: مطبع نول کشور، ۱۹۲۸ء)، ص ۱۱
۸۲۔ صدیق حسن خان، الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ (مطبع ندارد، ۱۳۰۵ھ)، ص ۰۴
۸۳۔ ایضاً،ص ۴۔۵
۸۴۔ اسماعیل پاشا بغدادی، ایضاح المکنون، جلد دوم (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۸ء)، ص ۱۴۹
۸۵۔ صدیق حسن خان،محولۂ بالا،ص ۴۔۵
۸۶۔ ایضاً،ص ۵۰
۸۷۔ ایضاً،ص ۴۰
۸۸۔ ایضاً،ص ۴۱
۸۹۔ ایضاً،ص ۴۷

۹۰۔ ایضاً،ص ۳۳
۹۱۔ ایضاً،ص ۴۳
۹۲۔ ایضاً،ص ۴۷
۹۳۔ ایضاً،ص ۳۸
۹۴۔ ایضاً،ص ۲۶
۹۵۔ ایضاً،ص ۴۰
۹۶۔ محمد مظفر عالم جاوید صدیقی،اردو میں میلاد النبی (لاہور:فکشن ہاؤس،۱۹۹۸ء)،ص ۵۴۶

مآخذ

۱۔ احمد،شاہ رؤف،مرغوب القلوب فی معراج المحبوب،ویلور:مطبع اعظم الاخبار،۱۲۷۲ھ
۲۔ بغدادی،اسماعیل پاشا،ایضاح المکنون،بیروت:دار الکتب العلمیہ،۲۰۰۸ء
۳۔ خالد،انور محمود،اردو نثر میں سیرتِ رسول،لاہور:اقبال اکادمی پاکستان ۱۹۸۹ء
۴۔ خان،صدیق حسن،الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ،مطبع ندارد:۱۳۰۵ھ
۵۔ خان،علی حسن،مآثر صدیقی،جلد چہارم،لکھنؤ:مطبع نول کشور،۱۹۲۸ء
۶۔ شیفتہ،محمد مصطفیٰ خان، گلشنِ بے خار،اردو مترجم محمد احسان الحق،کراچی: آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس،۱۹۶۲ء
۷۔ صدیقی،محمد مظفر عالم جاوید،اردو میں میلاد النبی،لاہور:فکشن ہاؤس،۱۹۹۸ء
۸۔ صدیقی،محمد میاں،اردو زبان میں چند اہم کتب سیرت،مشمولہ فکر و نظر،اسلام آباد:ادارہ تحقیقات اسلامی،شمارہ ۱۔۲،۱۹۹۲ء
۹۔ غوث،محمد،عرضِ حال،مشمولہ فوائدِ بدریہ،حیدرآباد دکن:شمس المطابع مشین پریس،عثمان گنج،۱۳۵۰ھ
۱۰۔ قادری،محمد ایوب،جزائر انڈمان و نکوبار میں مسلمانوں کی علمی خدمات،مشمولہ سہ ماہی اردو،کراچی،جنوری ۱۹۶۸ء
۱۱۔ کاکوروی،عنایت احمد،تواریخ حبیبِ الہٰ،کان پور:مطبع نظامی ۱۲۸۱ھ
۱۲۔ مدراسی،محمد صبغت اللہ،فوائدِ بدریہ،مدراس:۱۲۷۱ھ
۱۳۔ نقوی،آفتاب احمد،مقدمہ: حیاتِ مبارکہ حضرت علامہ مفتی عنایت احمد کاکوروی،مشمولہ تواریخ حبیبِ الہٰ، سیالکوٹ: مکتبہ مہریہ رضویہ مسجد،سن ندارد
۱۴۔ ہاشمی،نصیر الدین،دکھنی (قدیم اردو) کے چند تحقیقی مضامین،دہلی: آزاد کتاب گھر،۱۹۶۳ء

لغت

۱۔ اردو لغت،جلد دوازدہم،کراچی:اردو لغت بورڈ،۱۹۹۱ء